ملک امجد حسین ایڈووکیٹ

مرد حق پرست

گزری ہوئی یاد کے دریچوں سے جھانکتا ہوں تو امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری مرحوم و مغفور کو اپنے غریب خانہ (بٹالہ ضلع گورداسپور) کے ایک کمرہ میں بڑے بے تکلف انداز میں مصروف گفتگو پاتا ہوں ملنے والوں کا جم غفیر اور شیدائیوں کا ایک گروہ ان کے ارد گرد حلقہ کئے بیٹھا ہے۔ کسی سے چھیڑ خانی، کسی سے لطیفہ گوئی اور کسی سے سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے۔ الغرض ان کی محفل رنگا رنگ کی خوبیوں کا مرقع ہوتی تھی۔ یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو کہ سرزمین بٹالہ نے احرار کی اٹھان و مضبوطی میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ بچپن کے زمانے کے تاثرات زیادہ اجاگر ہو کر تو نہیں ابھر رہے۔ لیکن اتنا یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۳۷ء کے صوبائی انتخابات میں احرار کے امیدوار ایک شخص محمد خان تھے۔ اور ان کا حلقہ نیابت تحصیل بٹالہ تھا۔ الیکشن کا مرکزی دفتر چونکہ بٹالہ میں تھا اس لئے شاہ جی کا قیام بھی وہیں تھا۔ الیکشن مہم پر ان کے ساتھ ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک گاؤں (جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا) میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ جب شاہ جی مرحوم اسٹیج پر تقریر کے لئے تشریف لائے تو ان کے سامنے ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ میں جلتی بیٹری لئے بیٹھا تھا۔ چونکہ روشنی ان کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس بچہ کو بیٹری گل کرنے کے لیے کہا۔ نامعلوم کیوں! انتہائی کوشش کے باوجود بچہ بیٹری بجھانے میں کامیاب نہ ہوا۔ شاہ جی مرحوم اس کو دیکھ کر ہنسے اور پھر یقین جانیئے اسی غیر اہم واقعہ سے اپنی بے مثال تقریر کا موضوع تیار کر لیا۔ جب آخری بار بھی بیٹری بجھ نہ سکی تو انہوں نے فوراً کہا۔ او منڈیا توں بیٹری بالی اے تے بجھ دی نئیں۔ مرزے نے وی نبوت چڑائی اے تے نبھ دی نئیں (او بچے تو نے بیٹری چلائی ہے لیکن اب بجھ نہیں رہی۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوی کر دیا ہے اور اس سے نبھایا نہیں جائے گا) شاہ جی کا دلنشیں طرز بیان الفاظ کی روانی، زبان کا جادو اور خیالات کا تسلسل فضاء میں ایک ارتعاش پیدا کر رہا تھا۔ سامعین کبھی قہقہوں کی دنیاء میں آباد ہوتے اور کبھی آنسوؤں کی لڑیاں ان کے رخساروں پر نظر آ جاتیں۔ میری آنکھوں سے وہ منظر اور دماغ سے وہ خیال آج تک اوجھل نہیں ہو سکا کہ برصغیر ہندو پاک کا یہ بے مثل خطیب کس طرح بے مطلب باتوں سے بے مثال تقریروں کے عنوان تیار کرتا پھر ان کو جادو و تاثر کے الفاظ میں لپیٹ کر سننے والوں کی طرف اس اچھوتے انداز میں پھینک دیتا کہ ہر شخص استعجاب و قبولیت کی مکمل تصویر بن جاتا اور ایسا محسوس ہوتا کہ یہ عظیم انسان اگر چاہے تو انسانوں کے جم غفیر کو آگ کی لپٹوں میں دھکیل دے۔ تو پھر بھی شکوہ و شکایت کی کوئی آواز بلند نہ ہو گی۔

میری عقل و سمجھ کی پرواز اس زمانہ میں بالکل محدود تھی۔ اور سیاسیات کے پیچ و خم کو سمجھنا میری ادراک سے باہر، لیکن پھر بھی میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ قدرت نے جو بے مثال صلاحیتیں اس مرد حق

کو دے رکھی تھیں۔ کسی میں نہ ہوں گی۔ اگر میں اس کو اس براعظم کا "مارک انتھنی" کہہ دوں تو شاید پھر بھی ان کی خطابت و تقریر کی خوبیوں کا پورا پورا خاکہ پیش نہ ہو۔ ایسے انسان یقیناً قوموں کی قسمت بدلتے ہیں۔ اور ان کے عمل و کردار کی قوتوں سے تاریخ اپنے صفحات کی رنگینیوں کو دوبالا کرتی ہے۔ لیکن کیا مسلمان قوم نے اس مرد حق کو اپنی صفوں میں مناسب مقام دیا ہے؟

پاکستان کی تخلیق کے بعد وہ عملاً سیاست سے دست بردار ہو گئے تھے۔ اور اپنی تمام ذہنی و عملی قوتوں کو دفاع پاکستان کے لئے صرف کرنے کا عہد کر چکے تھے۔ لیکن بڑے دکھ اور درد کے ساتھ اس خیال کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان اسلام کے مقدس نام پر معرض وجود میں آیا ہے اس لئے تم کو دین حق کی سربلندی کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور ہمارے اعمال و کردار کے کسی پہلو سے اسلام کے مقدس دامن پر کوئی دھبہ نہیں آنا چاہیئے۔ نہ معلوم! جو کچھ اس مردِ حق نے کہا تھا وہ کس حد تک قابل عمل سمجھا گیا ہے۔ اور دین حق کی اشاعت و ترویج کے لئے ہم نے کیا کیا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں آنکھوں دیکھتے لوگ ترقی و کامرانی کے زینوں تک پہنچ گئے۔ سیم و زر کی جھلک نے اکثر آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ مستحق اور غیر مستحق انسانوں نے دولت کے انبار لگا لئے ہیں صحیح اور جعلی کلیموں کا کاروبار کر کے چشم زدن میں لاکھ پتی ہو گئے ہیں اور اپنی فکر و ضمیر کی تمام روشنیوں کو معدوم کر دیا۔ وہاں اس مردِ درویش نے اپنے آپ کو ان الائشوں سے بالکل مبرا رکھا۔ اور حکومت وقت کی کسی مراعت کو قابلِ قبول نہیں سمجھا۔ جب عظمت و جلالت کا یہ پیکر موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا تو حکومت نے یہ تجویز دی کہ ان کی آخری آرامگاہ ملتان کے مشہور مقام قلعہ قاسم باغ پر بنائی جائے۔ لیکن ان کے وارثوں نے ان کی وصیت کے مطابق اس پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کا اظہار کیا۔ اور برصغیر کے اس بطلِ جلیل کو جو آزادی و حریت کے لئے قید و بند کی تکالیف سے نہ گھبرایا اور کلمۂ حق تختہ دار پر بھی کہنے سے گریز نہ کیا عوام کی آغوش میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ کیونکہ قولاً و فعلاً وہ عوام کا بندہ تھا۔ اور اس رسول کا نواسہ جس نے امیری پر غریبی کو، نخوت پر حلیمی کو، جلالت و تمکنت پر انکسار و عجز کو، بادشاہت پر فقیری کو اور انسانیت کو فرقہ بندی پر ترجیح دی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را